عقیدۂ ذات و صفاتِ باری تعالیٰ: امام غزالی کے افکار اور ان کی عصری اہمیت

Belief in Allah Almighty and His Attributes: *Al-Ghazālī's* Thoughts and their Contemporary Significance

*Dr. Naseem Mahmood

**Dr. Abdul Aleem

**Dr. Saeed Ahmad Saeedi

Abstract

Doctrine of Allah Almighty and His attributes is the most important creed in Islam. This article discusses *al-Ghazālī's* thoughts on the subject and highlights their contemporary significance. It shows that *al-Ghazālī* has very comprehensively elaborated the Islamic creed on Allah Almighty and His attributes. In the light of *al-Ghazālī's* ideas special attention needs to be paid to the reform of beliefs on the subject referred. It suggests that contemporary scholars must reform the distortions in the Muslims beliefs by adopting *al-Ghazālī's* methodology about the reformation of the distorted beliefs regarding Allah and His attributes. This is the way for the present day Muslim scholars to play their effective role in curbing the growing ideology of atheism.

Keyword: Doctrine, Allah and His attributes, *Al-Ghazālī*

لفظ عقیدہ عقد سے مشتق ہے جو کہ حل کا الٹ ہے۔[1] حل کا معنی کھولنا اور عقد کے معنی باندھنا ہیں۔ اس تناظر میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

---

* Assistant Professor of Islamic Studies, Allama Iqbal College, Sialkot

** Associate Professor of Islamic Studies, Jinnah Islamia College, Sialkot

***Assistant Professor of Islamic Studies, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore

[1] محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، لسان العرب (بیروت: دارالجیل، 1995ء)، 3 : 296۔

عقد الحبل والبيع والعهد[2]

عقد رسی، بیع اور معاہدہ کی بندش ہے۔

اس میں دو چیزوں کے جوڑنے کی بات ہے اور لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ دو یا زیادہ افراد کے درمیان ہونے والے عہد و پیمان کے بندھن کا نام ہے۔ یہی بات امام قرطبیؒ نے بھی کی ہے۔[3] اصطلاحی اعتبار سے دیکھیں تو بقول سید شریف جرجانی: **العقائد ما يقصد فيه نفس الاعتقاد دون العمل۔**[4] "عقائد سے مراد وہ امور ہیں کہ جن میں اصل مقصد عمل کی بجائے اعتقاد ہو۔"

اس کو علم کلام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور علم کلام کی تعریف یوں کی گئی ہے:

> **الكلام علم باحث عن امور يعلم منها المعاد وما يتعلق به من الجنة والنار والصراط والميزان والثواب والعقاب وقيل الكلام هو العلم بالقواعد الشرعية الاعتقادية المكتسبة عن الادلة۔**[5]
>
> علم کلام سے مراد وہ علم ہے جس میں ایسے امور سے متعلق بحث ہو، جن کا تعلق آخرت اور جنت ، دوزخ، صراط، میزان، ثواب اور عذاب جیسے متعلقہ امور سے ہو۔ کلام کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ یہ ایسے شرعی اعتقادی قواعد کا علم ہے، جو کہ دلائل سے مستنبط ہوں۔"

علم عقائد میں چونکہ ذات و صفات الٰہی سے بحث کی جاتی ہے اس لیے اسے علم التوحید والصفات بھی کہتے ہیں، نیز مسئلہ کلام الٰہی بھی اسی موضوع کے تحت آتا ہے اس لیے اسے علم الکلام بھی کہتے ہیں۔[6] اسلام میں عقائد کو وہی حیثیت حاصل ہے جو کہ جسمِ انسانی میں دل کو حاصل ہے کہ فرمان رسول ﷺ کے مطابق اس کی اصلاح سے جسم کی اصلاح اور اس کی بربادی سے جسم کی بربادی وابستہ ہے۔"[7] یہ بحث چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور سے متعلق عقائد کی اصلاح میں امام غزالی کے کردار اور اس سے عصری استفادہ سے متعلق ہے اس لئے اس ذیل میں امام غزالی کے افکار اور طرز استدلال پر غور کیا جائے گا۔ اس حوالے سے آپ کو واضح مؤقف ہے کہ "ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد کلمہ طیبہ **لا اله الا الله محمد رسول الله** ہے

---

[2] محمد بن ابی بکر بن عبد القادر رازی، مختار الصحاح (بیروت: المكتبة العصرية، 1999ء)، 467۔

[3] محمد بن عبد اللہ قرطبیؒ، الجامع لاحکام القران (القاهرة: دار الكتب العصرية، 1964ء)، 5: 167۔

[4] سید شریف جرجانی، التعریفات (تہران: انتشارات ناصر خسرو، 1306ھ)، 66۔

[5] جرجانی، التعریفات، 80۔

[6] محمود حسن اجمیری، معین العقائد (گجرات: جامعہ حسینیہ، س ن)، 13۔

[7] محمد بن عبد اللہ بخاری، الجامع الصحیح (قاہرہ: دار طوق النجاة، 1422ھ)، 28/1؛ مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)، 3: 1219۔

لیکن صرف زبانی کلامی شہادت ہی ایمان کی بنیاد قرار نہیں دی جائے گی جب تک وہ اصول نہ جان لیے جائیں جن پر اس کلمہ کا دار و مدار ہے بلکہ کلمہ طیبہ کے دو اجزاء ہیں جو اختصار کے باوجود چار امور پر مشتمل ہے: اللہ تعالیٰ کی ذات کا اثبات۔ صفات باری تعالیٰ کا اثبات۔ افعال باری تعالیٰ کا اثبات۔ شریعت محمدی ﷺ کی تصدیق۔"[8] امام غزالی نے ذات باری تعالیٰ سے متعلق جن امور پر بحث کی ہے ان میں وجود وحدانیتِ باری تعالیٰ کا اثبات، صفاتِ باری تعالیٰ کا اثبات، افعالِ باری تعالیٰ کا اثبات، جزاء وسزا کی بلا تقیید ملکیت، بلا رعایت فیصلے اور اطاعت و معرفت کا وجوب جیسے امور شامل ہیں۔ ذیل میں ان امور پر تفصیلی بحث کی جا رہی ہے۔

وجود و وحدانیتِ باری تعالیٰ

امام غزالیؒ نے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کے حوالے سے جس اسلامی عقیدے کا پرچار کیا وہ یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں، یکتا ہے کوئی اس جیسا نہیں، بے نیاز ہے کوئی اس کا حریف نہیں، لاثانی ہے کوئی اس کی نظیر نہیں، قدیم، ازلی ہے اس کی کوئی ابتداء نہیں ہمیشہ رہنے والا ہے اس کی کوئی انتہاء نہیں، قیوم ہے کوئی اس کی انقطاع نہیں، ایسا دائم ہے جس کو فنا نہیں، عظمت و جلال سے متصف ہے اور رہے گا، زمانوں اور ماہ و سال کی قید سے آزاد ہے، وہی اول ہے وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے۔ نہ صورت دار جسم رکھتا ہے، نہ وہ محدود ذی مقدار جوہر ہے، نہ وہ عرض ہے نہ اس میں کوئی حلول کیے ہوئے ہے اور نہ وہ کسی میں حلول کرتا ہے بلکہ نہ وہ کسی موجود کے مشابہ ہے، نہ کوئی موجود اس کے مشابہ ہے، نہ وہ کسی جیسا ہے اور نہ ہی کوئی اس جیسا ہے، موجود کے پاس اس کی قربت اجسام کی قربت کے مشابہ نہیں ہے۔[9] امام غزالی کی اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس میں عقیدہ توحید کی تمام جہات کو سمو دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ساتھ اس کی صفات پر بھی ایمان کی پختگی پر زور دیا ہے تاکہ توحید کی تمام جہات میں اس عقیدہ کی اصلاح کی جاسکے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا یہی مفہوم سورۃ اخلاص میں بھی واضح کیا گیا ہے۔ عقیدہ کی اس جہت میں وجودِ باری تعالیٰ کے ذیل میں امام غزالی نے ان امور پر ایمان ضروری قرار دیا ہے اور ان تمام امور کو الگ الگ اصولوں کا نام دیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

> یہ کہ وہ موجود ہے، ازلی ہے، ابدی ہے، جوہر نہیں، جسم نہیں، عرض نہیں، کسی جہت سے مخصوص نہیں، کسی مکان پر ٹھہرا ہوا نہیں، اخرت میں اس کا دیدار ہوگا۔[10]

---

[8] ابو حامد محمد بن محمد غزالی، احیاء علوم الدین (بیروت: دار احیاء الترث العربیۃ، س ن)، 1: 194۔

[9] غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 172-173؛ ابو حامد محمد بن محمد غزالی، قواعد العقائد (بیروت: عالم الکتب، 1985ء)، 51۔

[10] غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 195۔

امام غزالیؒ نے جس دور میں اسلام کو باطل عقائد سے پاک کرنے کی سعی سرانجام دی یہ وہ وقت تھا جب یونانی باطل عقائد و نظریات مسلمانوں میں بھی در آنے لگے اور معتزلہ، جہمیہ، مرجیہ، قرامطہ، اخوان الصفا جیسے فرق باطلہ اسلام کے بنیادی ارکان کی تعلیمات کو مذاق بنانے لگے تھے اور بقول ابن بطہ:

فَاثْبتَتِ الجَهْمِيَّةُ المعْتَزِلةُ الملعُونَةُ الِهَةً كَثِيرةً لا يُحْصَونَ عَدَدًا، ولا يُفْنَونَ الى يَوم القِيَامةِ ابدًا۔[11]

"جہمیہ اور ملعون معتزلہ نے اتنی کثیر تعداد میں معبود بنالیے کہ نہ تو ان کا احاطہ ممکن ہے اور نہ ہی یہ قیامت تک ختم ہوں گے۔"

ان تمام باطل عقائد کا مقابلہ کرنے کے لئے امام غزالی نے منہاج العابدین، احیاء علوم الدین، تھافۃ الفلاسفۃ جیسی کتب تحریر فرما کر اسلامی عقائد کو یونانی تہذیب کا شکار ہونے سے بچالیا۔ آج بھی ضرورت ہے امام غزالی کی اس کاوش سے استفادہ کیا جائے اور عصری خرافات میں ان کے نظریہ کی تطبیق کرکے نوجوان نسل کی بالخصوص اصلاح کی جائے۔ امام غزالی نے اپنے اس اسلوب استدلال کے ذریعے ہر ایسے عقیدے کا رد فرمایا ہے، جو معبود حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے رشتہ و ناطہ، جسم و صورت، عرض و جوہر بیان کرے، قرآن نے ان عقائد کا رد کرتے ہوئے ان کی قباحت بھی بیان فرمائی ہے اور ایسے عقائد کے رد میں سورۃ النحل[12]، سورۃ الانبیاء[13] اور سورۃ المائدۃ[14] کی آیات واضح دلیل ہیں، جن میں تثلیث اور ثنویت کی تردید اور توحید باری تعالیٰ کا اثبات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام غزالی نے تصوف میں ایسے علم یا ولایت کا رد فرمایا ہے، جو قرآن و سنت کے منافی ہو آپ فرماتے ہیں:

"واما الالهيات ،ففيها اكثر اغاليطهم وعلى الجملة ينتهى الامر الى قرب يكاد يتخل منه طائفة الحلول،و طائفة الوصول وطائفة الاتحاد وكل ذلك خطاوقد بينا وجه الخطا فيه فى كتاب المقصد الاسنى"[15]۔

جہاں تک الٰہیات کا معاملہ ہے تو اس میں ان کی اکثر غلطیاں ہیں اور اکثر یہ معاملات قرب پر جا کر ختم ہوتے ہیں، کوئی حلول کا قائل ہے، کوئی وصول اور کوئی اتحاد کا قائل ہیں مگر ہیں یہ تمام غلط اور ان کے غلط ہونے کے اسباب بھی ہم نے کتاب المقصد الاسنیٰ میں بیان کردئے ہیں۔

---

[11] ابو عبد اللہ عبید اللہ بن محمد ابن بطۃ، الابانۃ الکبریٰ (الریاض: دار الرایۃ للنشر والتوزیع، س ن)، 6: 133۔

[12] النحل 16: 51۔

[13] الانبیاء 21: 23۔

[14] المائدۃ 5: 72-73۔

[15] ابو حامد محمد بن محمد غزالی، المنقذ من الضلال (بیروت: دار الاندلس، س ن)، 68-69۔

امام غزالیؒ نے عوام الناس کے لیے ایسے تمام علوم اور سوالات کی جستجو سے منع فرمایا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کے اقرار سے دور لے جائے یا شبہات کا شکار کر دے اور اس کی تائید میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسی آیات کے بارے میں سوال کرنے والوں کے ساتھ اپنائے گئے رویے کا تذکرہ کیا ہے[16] اور خاص کر ان لوگوں کو ایسے نازک معاملات میں بحث و تمحیص سے منع فرمایا ہے، جو علم اور فنون اسلام سے نابلد ہیں۔آج کے دور کا المیہ بھی یہی ہے علوم وفنون سے نابلد اسلامی و دینی معاملات پر بحثیں چھیڑ کر اسلامی تعلیمات کو باعثِ نزع بنا رہے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات میں خاص کر عقائد پر گفت گو کی صرف اسی کو اجازت دی جائے جو کہ دینی ومذہبی تعلیمات پر دسترس رکھتا ہو اور کم علم لوگوں کو اس سے کلی طور پر منع کر دیا جائے۔

صفاتِ باری تعالیٰ کا اثبات

حیات و قدرت: اامام غزالی نے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حی و قیوم اور ہر چیز پر قادر ہے اور قرآنی استشہاد کے مطابق وہ اونگھ سے پاک اور زمین وآسمان میں موجود ہر شے کا مالک ہے[17] اسی قرآنی نظریے کے تحت امام غزالی نے اللہ تعالیٰ کو زندہ، قادر، جبار وقاہر قرار دیتے ہوئے عجز، کوتاہی ،نیند، فنا اور موت سے پاک قرار دیتے ہوئے کائنات میں موجودات، عزت وجبروت، سلطنت وقدرت کا مالک قرار دیا ہے اور ہر چیز کا قبضہ اسی کے ہاتھ میں ہونے کا اعتقاد رکھا ہے۔[18] چنانچہ آج کے دور میں کچھ طاقتور اور ہر طرح کی جدید ٹیکنالوجی سے لیس ریاستوں کا رعب مسلمانوں کے اعصاب پر سوار ہے اور ان کے خوف کی وجہ سے مسلمان حکومتیں اسلامی تعلیمات پر عمل کا کوئی بھی لائحہ عمل نہ دینے کو تیار ہیں اور نہ نافذ کرنے کے جرائت رکھتی ہیں، کیونکہ ان کی حکومتی بقا اور ترقی ان غیر مسلم ریاستوں کی حمایت سے وابستہ نظر اتی ہے۔یہی صورتِ حال مذہبی حلقوں کی ہے کہ اگر وہ معاون افراد اور ممالک کے خلاف اواز اٹھائیں گے ،تو اپنے لئے کئی طرح کے مسائل نظر آتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے ان تمام مسائل کا حل ایمان کی پختگی اور شارع کے احکام کی تعمیل میں ہے۔امام غزالی نے جس طرح اپنے دور میں تکفیری فتووں کی پرواکیے بغیر حق کے لئے آواز اٹھائی آج بھی اسی جذبے اور لگن کے ساتھ ان صفاتِ باری پر یقین رکھتے ہوئے اگے بڑھ کر عملی طور پر کام کی ضرورت ہے۔

علم قدیم: علم قدرت کی وضاحت قرآن اللہ تعالیٰ کے لئے لطیف وخبیر کے الفاظ کے ساتھ کرتا ہے۔[19] امام غزالی رقم طراز ہیں:

---

[16] غزالی، الجام العوام عن علم الکلام (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1414ء)، 47۔

[17] البقرۃ2: 255۔

[18] غزالی، قواعد العقائد، 1: 54؛ غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 173۔

[19] الملک67: 14۔

"وانه عَالم بجَميعِ المعلومات محِيط بما يجْري من تخوم الارضين الى اعلى السموات وانه عَالم لا يعزب عَن علمه مثْقَال ذرة فِي الارض ولا فِي السماء بل يعلم دَبيب النملة السودَاء على الصَّخْرة الصماء فِي الليْلة الظلماء ويدْرك حَركَة الذَّر فِي جو الهَواء ويعلم السر واخفى ويطلع على هواجس الضمائر وحركات الخواطر وخفيات السرائر بعلم قديم ازلِي لم يزل موصُوفا بهِ فِي ازل الازال"[20]

وہ تمام معلومات کا عالم اور زمین کی گہرائیوں سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ وہ عالم ہے اور زمین و آسمان میں ایک ذرہ بھی اس سے پنہاں نہیں ہے بلکہ وہ تاریک رات میں سخت چٹان پر چلنے والی سیاہ چیونٹی کا چلنا بھی جانتا ہے ہوا میں ایک ذرہ کی حرکت بھی اس کے علم میں ہے ۔وہ پوشیدہ و پنہاں اور پوشیدہ رازوں کو بھی اپنے قدیم اور ازلی علم کی بنا پر جانتا ہےاور ازل سے اپنی اس صفت کے ساتھ متصف ہے۔

جب یہ نظریہ قائم کرلیا جائے کہ انسان کے تمام احوال و معاملات اللہ تعالیٰ کے علم قدرت اور اس کی دسترس میں ہیں تو اس نظریہ کے حاملین کبھی بھی رسوائی کا شکار نہیں ہوں گے۔ آج بھی انسان اگر اپنی زندگیوں میں اس عقیدہ کو راسخ کرلیں تو برائی کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن فرق باطنیہ میں سے کچھ کا یہ عقیدہ ہے کہ ''خدا صرف کلیات کا علم رکھتا ہے جزئیات کا نہیں''[21] امام غزالی ان عقائد کا رد ہوئے واضح طور پر اللہ تعالیٰ کو لطیف خبیر نہ ماننے والے کو کافر قرار دیتے ہیں۔[22] اس اعتبار سے امام غزالی اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے منکر کو کافر قرار دے کر عقیدہ کے اعتبار سے اپنی پختگی اور عقائدِ باطلہ کے رد پر زور دے رہے ہیں اور اہل دنیا کو پھر سے رجوع الیٰ اللہ کا درس دے رہے ہیں۔

ارادہ: اس سے مراد امام غزالی کے مطابق یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالی نے کائنات کی تخلیق ارادے سے کی ہے اور تمام پیدا شدہ چیزوں کا انتظام وہی کرتا ہے، ملک اور ملکوت میں جو کچھ ہے، چھوٹا ہے یا بڑا، تھوڑا ہے یا بہت زیادہ، خیر ہے یا شر، ایمان ہے یا کفر، معرفت ہے یا جہالت، کامیابی ہے یا محرومی، طاعت ہے یا معصیت سب اسی کے حکم، تقدیر، حکمت اور خواہش سے ہے، جو اس نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہیں ہوا۔ [23]

---

[20] غزالی، قواعد العقائد، 55-56؛ غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 195۔

[21] ابن بطہ، الابانۃ الکبریٰ، 2: 136۔

[22] غزالی، قواعد العقائد، 1: 56۔

[23] غزالی، قواعد العقائد، 56/1؛ غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 172۔

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اس کا اس کو کرنا اس کے ارادہ پر منتج ہوتا ہے اور اس کے ارادہ حیثیت امام غزالی واضح طور پر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ: "اللہ تعالیٰ کا ارادہ بھی ازلی و قدیم ہے"[24] اب جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ازلی وقدیم ہے تو پھر جب انسان اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرلے گا تو وہ کبھی بھی رسوا نہیں ہوگا۔ مگر آج دین سے دوری کی کیفیت یہ بن گئی ہے کہ ہر کوئی شب وروز تلاش معاش کی فکر میں مگن ہو کر اللہ تعالیٰ کی ذات سے بھی دور ہوگیا ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر معاملے میں رضائے الٰہی کو مقصد بنا کر کام کیے جائیں۔ ایسی صورت میں ناکامی نام کی کوئی چیز انسان کو نظر نہیں آئے گی، بلکہ وسائل کی عدم دستیابی کی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وسائل کی دستیابی کا سامان ہوجائے گی اور انسان کو اپنے مقصود میں کامیابی میسر آجائے گی۔

سمع وبصر: اس صفت سے متعلق عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی سمیع بصیر ہے، نہ دوری اس کے سننے کی رکاوٹ ہے اور نہ ہی تاریکی دیکھنے میں مانع، وہ دیکھتا ہے مگر چشم اور ابرو سے پاک ہے، سنتا ہے مگر کانوں اور کانوں کے سوراخوں سے پاک ہے۔[25]

امام غزالی آج کے انسانوں کے دلوں میں عقیدہ کی پختگی کا سامان چھوڑا اور اہل دنیا کو یہ درس دیا کہ جب کسی کا کوئی بھی نہیں بنتا تو اس وقت اس کے بگڑے کام سنوارنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات اس کا سہارا بنتی ہے۔ لہٰذا انسان کو غیروں کی دریوزہ گری کی بجائے اس ذات کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ جو احکم الحاکمین اور مسبّب الاسباب ہے اور انسان کی پکار کا جواب دینا اور مشکل میں اس کی یاوری کرنا اس کا وعدہ ہے۔

کلام قدیم: یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالی کلام کرنے والا ہے، اور اپنے ازلی قدیم کلام جو اس کی ذات کیساتھ قائم ہے حکم دیتا ہے، منع کرتا ہے، وعدہ کرتا ہے اور ڈراتا ہے اس کا کلام مخلوق کے کلام کی طرح نہیں کہ ہوا کے ذریعے، اجرام کے ٹکراؤ سے، زبان کے ہلنے اور ہونٹوں کے آپس کے ٹکراؤ سے پیدا ہو بلکہ ان سب سے جداگانہ ہے۔[26] کہ اللہ تعالیٰ علم سے عالم، حیات سے زندہ، قدرت سے قادر، ارادہ سے مرید، کلام سے متکلم، سننے سے سمیع، دیکھنے سے بصیر ہے۔[27] امام غزالیؒ کے اس استدلال میں آج کے انسان کے لئے یہ درس ہے کہ جب اس کا کلام ازلی ہے اور وہ سمیع وبصیر بھی ہے اسی سے تعلق کی استواری اور اسی سے استمداد انسان کی کامیابی کی اصل ضمانت ہے۔

افعالِ باری تعالیٰ

---

24 غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 203۔

25 غزالی، قواعد العقائد، 58/1؛ غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 172۔

26 غزالی، قواعد العقائد، 58/1-59؛ غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 203۔

27 غزالی، قواعد العقائد، 58/1-59؛ غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 203۔

اللہ تعالیٰ اپنے افعال کا قادر ہے اور کائنات کا تمام نظام اسی کے افعال کا مظہر ہے اس حوالے سے امام غزالی کا نظریہ یہ ہے کہ جو چیز بھی موجود ہے وہ اسی کے فعل سے حادث ہے اسی کے عدل سے مستفید ہے اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں حکیم اور احکام میں عادل ہے اس کے عدل کو بندوں کے عدل پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بندہ سے ظلم ممکن ہے جبکہ اللہ تعالی سے ظلم ممکن نہیں اپنی قدرت کے اظہار اور اپنے ارادہ کی تکمیل کے لیے اس نے مخلوق کو پیدا کیا۔[28] اس عقیدہ پر غور کرنے سے درج ذیل اہم امور کی معرفت حاصل ہوتی ہے:

حوادث کی خالق اللہ تعالیٰ کی ذات: یہ عقیدہ رکھنا ہر مسلمان پر لازم ہے تمام دنیا اور اس کے حوادث کی خالق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، یہ اسی کا فعل اور اسی کی اختراع ہے، اس کے سوا نہ کوئی خالق اور نہ کوئی موجود ہے۔[29]

اس نظریے کی روشنی میں انسان اور کائنات سے متعلق آج کے بہت سے بے خدا نظریات کو درست کیا جاسکتا ہے۔ امام غزالی نے اس قبیل کے لوگوں اور ان کے نظریات کی تردید کے حوالے سے لکھا تھا کہ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ تخلیق کے امر میں گہری تفہیم اور عجائبات عالم پر اس قدر غور وخوض کے بعد بھی انہیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ اس عالم اب و گل کے پیچھے ایک عظیم ذات بھی ہے جس نے اسے اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا ہے وہ علیم و خبیر ہے اس کے بجائے انہوں نے فطرت کو خود مکتفی اور مانند از خدا خدا اقرار دے دیا ہے۔[30]

یہاں امام غزالی نے عقل کی موشگافیوں کی بجائے اس ذاتِ لم یزل کی وحدانیت کے اقرار اور اسی کو کارساز و کارگر ماننے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے شرک سے گریزاں رہنے کا درس دیا ہے اور اسی نظریہ کو اپنانے اور اس کو فروغ دینے کی آج بھی ضرورت ہے۔

بندوں کے افعال کا خالق: ہر انسان پر یہ لازم ہے کہ یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے افعال کا خالق ہے اور اسے اختیار ہے کہ چاہے تو مشیتِ ایزدی کے مطابق چلے اور چاہے تو اس سے انحراف کرکے اپنے آپ کو بربادی کی طرف لے جائے اس حوالے سے امام غزالیؒ کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے اور اس نے ان افعال کے لئے قدرت اکتساب بندے کے اختیار میں دے دیا ہے۔[31] قرآن پاک نے بھی یہی نظریہ پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نافرمانی اور تقویٰ دونوں انسان کے دل میں ڈال دئے تو جس نے اس کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اسے ہلاکت میں ڈال

---

[28] غزالی، احیاء علوم الدین، 172/1، غزالی، قواعد العقائد، 1: 61-62۔

[29] غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 204۔

[30] غزالی، تہافت الفلاسفہ، 67۔

[31] غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 173۔

دیا وہ ناکام ہو گیا[32]۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو واضح طور پر انسان کو ہدایت اور بربادی دونوں کے راستے انسان کو دکھا دئے اور پھر اس پر چھوڑ دیا کہ وہ ان دونوں میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے۔

امور کی واجبیت اللہ پر لازم نہیں: اللہ تعالیٰ بندوں کی ہدایت کا سامان فراہم کرنے والا اور بندوں کو ان اوامر کی اتباع کا حکم دینے والا تو ہے مگر ان اوامر کی اتباع خود اس کی اپنی ذات پر لازم نہیں۔ اس بارے امام غزالیؒ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق، اٰمر اور محسن ہے لیکن یہ امور اس پر واجب نہیں''[33] جب کہ معتزلہ کا کہنا یہ ہے کہ یہ امور اللہ پر واجب ہیں کیونکہ ان میں بندوں کی فلاح کا راز مضمر ہے۔[34] امام غزالیؒ نے اس کے رد میں کہا کہ ایسا ہونا محال ہے کیونکہ وہ خود اٰمر و ناہی ہے وجوب اسکا محل کیسے بن سکتا ہے؟[35]

یعنی جب وہ خود حاکم اور اٰمر ہے تو اس پر خود اپنے احکام کی اتباع کیوں کر لازم ہو گی۔ اتباع تو مخلوق کے لئے ہے، خود خالق ان امور سے پاک ہے کیونکہ اگر خود اس پر اپنے احکام کی اتباع لازم ہو گی پھر وہ قادر و مرید مطلق تو نہ رہا۔ لہٰذا امور کی واجبیت مخلوق کے لئے ہے نہ کہ خالق کے لئے۔ لہٰذا آج اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ کی طرف سے صادر ہونے والے احکام اس پر بھی لازم ہیں تو افکارِ غزالی کی روشنی میں اسے اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔

افعال کی فرضیت اور بندہ کی استطاعت: اللہ تعالیٰ حاکمِ مطلق ہے، لیکن وہ اپنے احکام بندے کی استطاعت کے مطابق کی صادر فرماتا ہے ہاں اگر وہ بندے کی استطاعت سے باہر بھی حکم کا صدور چاہے تو وہ مالک ہے ایسا کر سکتا ہے۔ امام غزالی نے بھی یہی نظریہ پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ جائز و ممکن ہے کہ بندہ کو ایسے افعال کا حکم دے، جن کی اس میں استطاعت نہیں۔[36] قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ سے استطاعت سے باہر بوجھ نہ ڈالنے کی استدعا کا ذکر ہے۔[37] امام غزالی نے معتزلہ کے اس نظریہ کا رد کیا ہے کہ اللہ پر واجب ہے کہ استطاعت سے باہر حکم نہ دے۔[38] کیونکہ اس انداز میں اللہ تعالیٰ کو تو بعض امور کا پابند کرنا ہو گا لیکن وہ اپنی شانِ عدل کے مطابق بندوں کو مشقت میں نہیں ڈالتا، لیکن اس کا یہ مطلب قطعی طور پر نہیں لیا جا سکتا کہ وہ اس بات پر مجبور ہے۔ اگر مجبوری اس کی طرف منسوب کر دی جائے تو پھر وہ غیر قادر رہا لہٰذا یہاں سے یہ سمجھنا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کی طاقت کے مطابق ہی حکم دیتا ہے، مگر وہ اس معاملے

---

[32] الشمس91: 8-10۔

[33] غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 205۔

[34] ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ (لاہور: ادارہ اسلامیات، س ن)، 3: 433۔

[35] غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 205۔

[36] غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 205۔

[37] البقرۃ2: 286۔

[38] غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 205۔

مجبور نہیں ہے بلکہ جس کو جو حکم دیتا ہے اس کو اس کی بجاآوری کی طاقت بھی عطافرمادیتا ہے اور جب طاقت عطافرمادی تو یہ اس کا فضل و کرم ہوا اس کی مجبوری نہ ہوئی۔

جزاوسزا کا بغیر کسی قید کے مالک

یہ ایک حقیقت ہے کہ جزاوسزا کا مالک اللہ تعالیٰ ہی اور اسی کے قبضہ قدرت میں معاملات کا اختیار ہے۔ وہ چاہے تو بڑے سے بڑے گنہگار کو بھی معاف فرمادے اور چاہے تھوڑی سی لغزش پر بھی گرفت فرمالے۔ اسی حقیقت کو امام غزالی نے لوگوں کے ذہن نشین کروایا کہ: "اللہ تعالیٰ کے لیے یہ جائز ہے کہ بندہ کو کسی سابقہ یا ائندہ گناہ کے بغیر عذاب دے کیونکہ ہر چیز اس کی ملک ہے۔"[39] جب کہ معتزلہ اس کا رد کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک "اللہ کی صفت عدل کو یہی واجب ہے کہ وہ کسی گناہ کے سبب ہی بندہ کو عذاب دے۔"[40] جب کہ امام غزالی ایسے معتقد کو کافر گردانتے ہیں[41] اور ایسا ہونا بھی چاہیے۔ اس لئے کہ معتزلہ کے اس عقیدے سے اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اختیار پر قدغن لگتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ مختار کل ہے، وہ کسی کی چاہت یا عمل کے مطابق معاملات پر مجبور نہیں، ہاں البتہ وہ اپنی عدالت سے ہٹ کر معاملات کا فیصلہ نہیں کرتا، لیکن جب اپنے فضل، کرم اور رحمت کے دریا بہاتا ہے تو بڑے بڑے گنہگار اور فاسق و فاجر بھی اس کے فضل و کرم اور رحمت سے فیض یاب ہوتے نظر آتے ہیں۔آج بھی ایسے افکار کے حاملین کو اپنی اصلاح کی ضرورت ہے کیونکہ یہی سوچ آج بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کو مجبورِ محض ثابت کرنے پہ تلی ہوئی ہے۔

بلارعایت فیصلے

اللہ تعالیٰ اپنے فیصلوں میں نہ تو کسی کی حیثیت کا پابند ہے اور نہ ہی اس کی منشاء کا بلکہ وہ مالک ہے اور فعال لما یرید ہے۔امام غزالی نے واضح کیا کہ "اللہ تعالیٰ کے لیے یہ لازم نہیں کہ وہ بندوں کے حق میں وہی فیصلہ کرے جو زیادہ مناسب ہو، بندہ کی رعایت کرے کیونکہ وجوب مخلوق کے لیے ہے اللہ کے لیے نہیں۔"[42] اس طرح آپ نے یہ بات سمجھادی کہ مخلوق اس کی مشیت کی پابند ہے وہ کسی کا پابند نہیں۔ جبکہ معتزلہ کے نزدیک ایسا اللہ کی صفت ربوبیت کیخلاف ہے۔[43] لیکن امام غزالی اس طرح کے عقیدہ کو کفر گردانتے ہیں۔[44] اتنی شدت کا اسلوب آپ نے اس لیے اختیار کیا کہ معتزلہ والے نظریہ سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی مجبوری نظر آتی ہے کہ وہ لازمی طور پر بندوں کے اعمال وافعال کو

---

[39] غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 206۔

[40] ابن بطۃ، الابانۃ الکبریٰ، 2: 139۔

[41] غزالی، المنقذ من الضلال، 69۔

[42] غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 206۔

[43] ابن بطہ، الابانۃ الکبریٰ، 2: 139۔

[44] غزالی، المنقذ من الضلال، 69۔

اپنی مشیت اور افعال میں ملحوظ رکھے گا لہٰذا آپ نے بڑی شدت سے اس نظریہ کا ابطال کیا اور اللہ تعالیٰ کو افعال مکلفین کے مطابق معاملات کی انجام دہی میں مجبور سمجھنے والوں کو کافر قرار دیا۔ آج بھی اس اعتقاد کی ضرورت ہے کہ اللہ کے فیصلے اس کے اپنے نظام کے تابع ہیں مخلوق کے نظام کے نہیں بلکہ تمام مخلوقات اسی کے نظام کے مطابق چلیں تو کارِ حیات چلتا رہے گا۔

اطاعت و معرفت کا وجوب

اللہ تعالیٰ چونکہ قادر مطلق ہے اس لئے کی اطاعت تمام مخلوق پر واجب ہے اسی طرح اس بات کا ادراک بھی ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ خلاقِ عالم وحاکم مطلق ہے اور اس کے علاوہ اس انداز میں نہ تو کسی کی اطاعت ہو گی اور نہ حاکمیت کا یہ تصور ہوگا انبیا و مرسلین اور حکام وقت کی اطاعت اس کی نیابت وخلافت میں کی جائے گی اور اطاعت کا یہ وجوب شرعی حکم کی حیثیت سے ہوگا عقل کی کسوٹی پر پورا اترنے کی بناء پر نہیں۔ اس حوالے سے امام غزالی نے واضح کیا کہا اللہ کی اطاعت و معرفت اللہ کی طرف سے یا شریعت کی طرف سے واجب کرنے سے واجب ہے عقلاً نہیں۔[45] جب کہ معتزلہ اطاعت و معرفت کو عقلا واجب قرار دیتے ہیں، وہ ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں جو چیز عقل کے موافق ہو اسے لے لیتے ہیں باقی کا رد کر دیتے ہیں[46] امام غزالی معتزلہ کے برعکس حکم شرعی کے عقلی فہم اور عدمِ فہم دونوں صورتوں میں اتباع کا نظریہ پیش کرتے ہوئے اتھارٹی شارع کی ذات کو قرار دیا نہ کہ عقل کو اور ظاہری فائدہ اور عدم فائدہ دونوں صورتوں میں خالق کے حکم کی اتباع پر زور دیا اور واضح کیا کہ خالق حقیقی تو بے نیاز، غرض و غایت سے پاک ہے اور بالفعل بندے کی اس اطاعت سے کوئی غرض و غایت نہیں ہوتی کیونکہ اطاعت پر جو وہ محنت کرتا ہے وہ شہوتوں سے باز رہنے کے لئے ہے اور انجام جزاء و سزا کچھ بھی نہیں نیز عقل لغو وبے فائدہ بات کو واجب نہیں کرتی۔[47]

گویا امام غزالی نے اس حقیقت سے آگاہی دلائی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت انسان کی اپنی بھلائی کے لئے نا کہ اللہ تعالیٰ کے فائدہ کے لئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں بلکہ ساری کائنات اسی کی محتاج ہے, تو دنیوی اعتبار سے جو مالک رزق کا وسیلہ بنتا ہے اس کی اطاعت نمک حلالی کا تقاضا تصور کیا جاتا ہے اور جو ساری کائنات کا رازق ہے اس کی اطاعت کیونکر لازم نہ ہو گی؟ آج بھی اسی تصور کے تحت اطاعتِ خداوندی کی ضرورت ہے نہ کہ مفادات اور عقل کے تابع ہو کر۔

خلاصہ بحث

امام غزالی کے افکار کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں اس کی حیات وقدرت کے ازلی وابدی، اس کے علم کے ذاتی اور قدیم، ساری کائنات میں اس کے ارادے کی کارفرمائی، اس کے ازلی وابدی، سمیع وبصیر ہونے اور اس کے کلام کے قدیم

---

[45] غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 205؛ سلمان بن عمر الاشقر، العقیدۃ فی اللہ (بیروت: دار الجیل، س ن)، 1: 56۔

[46] ابوالحسن علی عزالدین ابن اثیر، الکامل فی التاریخ (بیروت: دار الکتاب العربی، 1997ء)، 2: 445۔

[47] غزالی، احیاء علوم الدین، 1: 206۔

ہونے کے عقائد شامل ہیں۔افعالِ باری تعالیٰ کا صدور اس کی اپنی ذات کی طرف سے اس اعتبار سے ماننا چاہیے کہ وہ تمام حوادث کا خالق ہے، بندوں کے افعال کا خالق مگر ان افعال کے کسب قدرت کا اختیار مخلوق کو دیتا ہے؛اللہ تعالیٰ پر امور کی واجبیت کے لازم نہ ہونے اور افعال کی فرضیت میں بندے کی استطاعت کی عدمِ پابندی کہ اس سے اس کی قدرت ومشیت مقید ہوتی ہے، جیسے امور کا ماننا لازم ہے۔اللہ تعالیٰ بغیر کسی قید کے جزا وسزا کا مالک ہے۔اس کو کسی معاملہ پر پابند نہیں گردانا جاسکتا۔اس عصر حاضر میں غزالی کے افکار کی روشنی میں ذات و صفات باری سے متعلق اصلاح عقائد پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔آپ نے عقائد کی اصلاح اور دفاع کا جو اسلوب اپنایا اس کو بذریعہ تحقیق عوام الناس کے سامنے لا کر اصلاح کا سامان کرنے کی اشد ضرورت ہے۔معاصر محققین مسلکی و گروہی وابستگیوں سے بالا ہو کر امام غزالی کے اسلوب کو اپناتے ہوئے اصلاح عقائد کی کوشش کریں اور کفر والحاد کے بڑھتے ہوئے نظریات کا تدارک کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔